بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

خدام الدین

ہفت روزہ — لاہور — پاکستان

مدیرِ اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور

جانشینِ شیخ الاسلام اور جانشینِ شیخ التفسیر

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رح عظمتوں اور اقالیم زہد و ورعہ کے تاجور تھے، دونوں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح دیوبندی کے شاگرد، ان کی انگریز دشمن جد و جہد آزادی خصوصاً "تحریک ریشمی رومال" کے روح رواں رہے۔ یہ مالک الملک کی عطا و بخشش ہے کہ فضائل و مرتبت، عزم و عمل کی ایسی ہی یگانگت اور قریب ہر دو اکابرِ برحق کی اولاد اور جانشینوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ (عبدالرشید انصاری)

- جو سب کو سب کچھ دے، اس کے پاس نہ ہو؟ یہ کیسے مان لیا جائے ــــــــ
- حضورؐ کی جوتیوں کے طفیل تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ پھر تمہیں چوراہے پر ذلیل نہیں کیا جائے گا ــــــــ

جانشینِ شیخ الاسلام مولانا سیّد اسعد مدنی کا جامع مسجد شیرانوالہ لاہور میں خطاب، ہر ہر فقرہ نسیم سحر سے زیادہ پاکیزہ اور پھولوں سے زیادہ مہکتا ہوا ــ حرف بحرف ــ اور مولانا سید اسعد مدنی کے حالیہ دورۂ پاکستان کی رپورٹ ــــ

ــــ از قلم : عبدالرشید انصاری ــ
ــــ خدام الدین کے آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں ــ

۱۱ / جنوری ۱۹۸۵ء
مطبوعاتِ انجمن [illegible]ام الدین لاہور
ہدیہ فی پرچہ ۲/- روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۲۷

رئیس الادارہ

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

نقطۂ نظر

نئے عیسوی سال کا استقبال

اساس وطن خطرات کی زد میں

میرِ کارواں ! کارواں کی خبر لے

۱۹۸۵ء سن عیسوی کی آمد، لاہور اور کراچی میں شاندار استقبال ——— عیسائیوں کی طرف سے، ممکن ہے ان کے مذہب کا حصّہ ہو، اس لئے انہیں جشن منانے کا حق ہے۔ مگر اسلامی ملک میں جیسے وہ چاہیں؟ یہ بات محل نظر ہو گی۔ اس وقت ہمارے سامنے مسئلہ عیسائیوں کا نہیں۔ الحمدللہ پاکستان میں تمام اقلیتیں مطمئن اور امن و سلامتی سے رہ رہی ہیں بات ہے مغرب زدہ نوجوان نسل کی۔ ملّت کے نام پر دھبہ اصحاب سیم وزر کی اور رشوتوں کے حرام مال پر توندیں بڑھانے والے افسروں اور ان کی "ماڈرن" اولاد کی جنہوں نے اسلام کے قلعے پاکستان میں نئے سن عیسوی کا استقبال کیا تو مرحوم علامہ اقبال کی روح تڑپ اٹھی ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اخبارات کے مطابق لاہور اور کراچی میں فیشن ایبل بنگلوں اور ہوٹلوں بلکہ بنکوں میں بھی اکتیس دسمبر کی شب نو بجے سے شب عروسی بن گئی۔ نوجوان جوڑوں نے شراب پی کر مغربی رقص کیا اور ۱۹۸۴ء پر نزع کا عالم طاری ہوا

نورِ خدا

یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ
وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ۞
(۶۱ : ۸)

ترجمہ : وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر برا مانیں

حاشیہ شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

وہ نور الٰہی (اسلام) کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُسے پورا کرنا چاہتا ہے لہٰذا اللہ والوں کی جماعت کفّار کی کوششوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گی

؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن • پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تو رات کے ٹھیک بارہ بجے مئے گلگوں کے نشے میں مست جوڑوں نے بتیاں گل ہونے کے ساتھ ہی ایک دوسرے سے گلے مل کر اخلاق و شرافت اور انسانیت کی تمام شمعیں بجھا دیں اور کہا۔ ع
"نیا سفر ہے پرانے چراغ گل کر دو"

ہمارا قومی المیہ یہ ہے کہ دینی شعائر اور قومی اقدار کے احترام کی بات بطور وعظ ہی کہی جاتی ہے، حالانکہ ملک کے اساسی نظریہ کو اُن عیاش، دین دشمن، متکبّر اور لاپرواہ عناصر کی ہڑبونگ اور سینہ زوریوں کا سامنا ہے۔ جن پر "کلام نرم و نازک بے اثر" وہ درگزر و عفو کو کمزوری پر محمول کرتے ہیں، اور اپنی بدمعاشیوں کو "اسلامائزیشن" کے حالیہ دور (جیسا کیسا بھی ہے) کا شاہکار بتا کر اسلام کا مذاق اڑانے اور دینی قوتوں کے راستے میں کانٹے بچھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بدخصائل عناصر کسی رورعایت کے مستحق نہیں۔ اگر انہیں یوں ہی بے لگام رہنے دیا گیا اور سیدھے راہ پر لانے کے لئے ان کی کمر پر "اصلاح احوال" کے چابک نہ پڑے تو پوری نوجوان نسل وی سی آر اور پاپ میوزک بن جائے گی

ان لوگوں نے مسجد و مدرسہ میں تو کبھی قدم نہیں رکھا کہ ہم علماء سے ان کے بے راہ ہو جانے کی شکایت کریں۔ ذمہ داری ارباب اختیار پر ہے خصوصاً صدر پاکستان پر کہ "اسلام کے لئے ریفرنڈم" کرانے کے بعد ان کا فرض ہے۔ کہ اب "فوجی" مارشل لاء کے بجائے چوروں، ڈاکوؤں، بلیک میلروں یعنی حرام خوروں، شراب نوشوں اور قوم کا اخلاق تباہ کرنے والوں پر "اسلامی مارشل لاء" نافذ کریں ورنہ ؎

ڈوبی جو ناؤ تو ڈوبوگے سارے
نہ تم ہی بچوگے نہ ساتھی تمہارے

حکومت اور زعماء ملّت کا فرض ہے کہ وہ قوم کو یکم محرّم کے موقعہ پر اسلامی سالِ نو کے باسلیقہ اور باعظمت استقبال کی ترغیب دیں۔

وما علینا الاّ البلاغ

بقیہ : خطبہ جمعہ

کی امّت کے ساتھ شفقت و نرمی کے برتاؤ کے بعد حضرت عمرؓ کی طبیعت کے باعث مسلمان تکلیف میں پڑ جائیں گے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ جب عمرؓ پر بارِ خلافت پڑے گا تو نرم ہو جائے گا۔ اللہ کی قسم میں عمرؓ کو تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا تو عرض کروں گا کہ امّت میں جو سب سے بہتر تھا میں نے خلافت اس کے سپرد کی

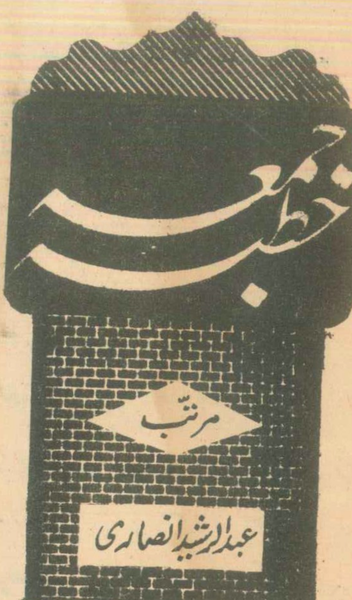
اور حضرت عمرؓ نے سربرآرائے خلافت ہونے کے بعد سب سے پہلے یہی دعا فرمائی۔ یا اللہ! میں سخت مزاج ہوں مجھے نرم طبیعت عطا فرما۔ میں کمزور ہوں مجھے طاقتور بنا۔ اور میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا۔

حضرات محترم! اس سے آپ اندازہ فرمائیں کہ صحابہ کرامؓ کو مسلمانوں سے کس قدر پیار تھا اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے کتنے رحم دل تھے مگر کفر کے مقابلہ میں وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سچی محبت اور صحابہ کرام کا اتباع نصیب فرمائے اور دشمنوں کے مقابلہ کے لئے ہمیں عہد صحابہؓ کے جذبۂ جہاد سے سرشار ہونے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!





اسلام کا نام لینے والے منافق

کفّارِ مکہ سے زیادہ خطرناک تھے۔

منافقوں نے نبیؐ کے گھرانے اور حضورؐ کو رنج پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کیا

قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدّار ہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ۔ صدق اللہ العظیم۔

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں (یعنی صحابہ کرامؓ) کفار پر سخت ہیں۔ آپس میں رحم دل ہیں۔

حضرات گرامی! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپؐ کے صحابہؓ کی شان اور پہچان بیان فرمائی ہے کہ وہ کفر کے مقابلہ میں تو پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط اور بلندتر ہیں۔ لیکن جہاں تک آپس کا معاملہ ہے تو وہ ایک دوسرے کے لئے بڑے رحیم، خیر اندیش اور رحم دل ہیں۔ یعنی ع

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

حضرات محترم! اللہ تعالیٰ نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا تو یہاں پہنچتے ہی عقیدے کے اعتبار سے انسانوں کی ایک تیسری قسم "منافقین" کی بھی پیدا ہو گئی۔ مکہ میں جب تک رہے تو ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ اور زیدؓ و بلالؓ جیسے یا تو جاں نثار رفقاء اور بے مثال مسلمان تھے اور یا ابوجہل و ابولہب اور عتبہ و شیبہ جیسے پکے کافر اور کھلے دشمن۔ مگر مدینہ منورہ میں رسول خدا اور آپؐ کے صحابہؓ کو ایک اور قسم کے دشمن کی خفیہ سازشوں اور دردن خانہ ریشہ دوانیوں کے مظالم بھی سہنا پڑے جو اسلام کے لئے کفار مکہ سے بھی زیادہ خطرناک تھے۔ عبداللہ بن ابی کا نام قیامت تک کے لئے

اللہ تعالےٰ نے پہلے پارے کے شروع میں مسلمانوں کا تین آیتوں میں اور کافروں کا دو آیتوں میں تعارف کرایا اور منافقوں کی پہچان کرانے کے لئے تیرہ آیات مختص کر دیں اور ایک پوری سورۂ منافقون بھی نازل فرمائی۔

منافق اعظم کی حیثیت سے مشہور ہو چکا ہے یہ قافلۂ اسلام کے آنے سے پہلے تک مدینہ کا رئیس تھا اس کی رسم تاجپوشی ہونے والی تھی کہ عظمتوں کے بادشاہ بوریا نشین پیمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقیدتوں اور محبتوں کا مرجع بن کر تشریف لائے تو ابو ایوب انصاری اور مدینہ کی نواحی بستی قبا میں کلثومؓ بن الہدم کو حبیب کبریا کی میزبانی کا شرف نصیب ہوا وہ اپنے مقدر کی بختاوری پر مبارکبادیں وصول کر رہے تھے تو دوسری جانب عبداللہ بن ابی کی ہوس اقتدار ناکام ہو کر رہ گئی اس کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور وہ اس کی معنوی نسل آج تک اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہے انہیں ایک لمحہ کے لئے بھی اسلام کا اقتدار اور مسلمانوں کی فلاح و مسرت منظور نہیں — منافق وہ مار آستین ہے جس کی زہرناکی نے نبی کے گھرانے اور حبیبۂ حبیبِ خدا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر الزام لگانے اور حضورؐ کے دل کو رنج پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کے پہلے پارے کے شروع ہی میں مسلمانوں کا تین آیتوں میں اور کافروں کا دو آیتوں میں تعارف کرایا ہے لیکن منافقوں کی پہچان کرانے کے لئے تیرہ آیات مختص کر دی ہیں اور قرآن کریم کے دوسرے معاملات کے علاوہ ایک پوری سورۃ "منافقون" نازل فرمائی تاکہ مسلمان ان کے شر سے بے خبر نہ ہوں اور ان کی شرارتوں پر نگاہ رکھیں۔ عبداللہ بن ابی تو حسد اور عناد کے گھونٹ پی پی کر مرگیا۔ حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے اسے قبر میں اتار دیا مگر اس کی معنوی اولاد نے ہر نازک وقت پر ملّتِ اسلامیہ کی پیٹھ میں خنجر گھونپا ہے۔ غرناطہ کی شکست ہو یا ڈھاکہ کا سقوط، سلطان ٹیپو کی شہادت کا حادثہ ہو یا بالاکوٹ کا معرکہ حیدرآباد دکن میں اسلامی سلطنت کا زوال ہو ۱۹۷۱ء میں پاکستان کی شکست ہر جگہ آپ کو پس منظر میں حضور اکرمؐ کی عظمت کے دشمنوں اور صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کا گھناؤنا غدارانہ کردار ضرور نظر آئے گا۔ یہ میر جعفر اور میر صادق، مرزا غلام احمد قادیانی جو خود کو مسلمانوں میں شمار کرواتے رہے

اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن اور ملّت و ملک کے غدار اور عملاً عبداللہ بن ابی کے مشن کے وارث تھے۔ ان کی ذرّیت دوسرے کئی عنوانوں سے آج بھی اپنے بیاہ عزائم کے لئے مصروف عمل ہے ؎

الاماں اے روحِ جعفر الاماں
الاماں اے جعفرانِ ایں زماں

قادیانی فتنہ انگریز کا پیدا کردہ اور پروردہ ہے اس سے سرزمین پاکستان کو پاک کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ملک میں مرتد کی سزا نافذ کر دی جائے — ہر قادیانی مرتد ہے اور منافق بھی کیوں کہ وہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا دعوےٰ کر کے غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کو سچا مانتے ہیں اس لئے مرزائیوں کے سب گروہ قادیانی ہوں یا لاہوری یا کوئی اور اسلام کے باغی ہیں، وہ نہ دین کے وفادار اور نہ دین کے نام پر بننے والے اس ملک کے وفادار ہیں۔ ان کا قبلہ و کعبہ قادیان بھارت میں ہے اسی لئے نہرو نے یہ کہہ کر قادیانیوں کی حمایت کی تھی کہ مسلمانوں کا کعبہ و مدینہ سعودی عرب میں ہے۔ ان کی عقیدتیں وہاں ہیں۔ ان سے زیادہ ہندوستان کے وفادار قادیانی ہیں جن کا سب کچھ یہاں ہے۔ ان دنوں انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام ایک انگریزی رسالہ پندرہ روزہ "اسلام" شائع ہوا کرتا تھا۔ اس میں علامہ اقبال نے "احمدیت اور اسلام" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا کہ اسلام کی روح دو عقاید توحید اور ختم نبوت پر قائم ہے جن میں پانچ ارکان اسلام کو شامل سمجھنا چاہئے اور دنیائے اسلام کی وحدت اس بنیادی عقیدے پر قائم ہے۔ ہندوستان میں قادیانیوں اور ایران میں بہائیوں نے اسے توڑنے کی کوشش کی ہے جسے عالم اسلام نے مسترد کر دیا ہے اور وحدت اسلامی اسی عقیدے کی بنیاد پر قائم ہے اور تا قیام قیامت قائم رہے گی چنانچہ قادیانی مذہب کا اسلام سے اتنا بھی تعلق نہیں ہے جتنا سکھوں کا ہندو مذہب سے — ہندو اور سکھ تو آپس میں بیاہ شادی کر لیتے ہیں مسلمانوں کے ہاں یہ بھی جائز نہیں — مرزا قادیانی بھی اپنے نہ ماننے والوں کو جنگلوں کے خنزیر اور ان کی عورتوں کو کتیاں کہتا ہے۔ اس کا ایک شعر "نجم الہدیٰ" کتاب

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا لوگو! میں عمرؓ کو تم سب سے زیادہ جانتا ہوں، مجھ سے پوچھا گیا تو میں اللہ کی بارگاہ میں عرض کروں گا یا اللہ! جو اُن میں سب سے بہتر تھا میں نے خلافت اس کے سپرد کر دی

قادیانی تحریک اسلام کے خلاف باغیانِ اسلام کی تحریک ہے

ہیں ہے سے

ان العداء صار واختا زیر الفلا
ونساء ھم من دونھن الکلب

بہرحال قادیانی تحریک اسلام کے خلاف باغیانِ اسلام کی تحریک ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی تمام دشمن طاقتوں سے ان کے تعلقات ہیں۔ مرزا طاہر لندن میں بیٹھا ہے اسرائیل میں ان کا مشن عربوں اور اسلام کے خلاف کام کر رہا ہے اور آج ہی اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ روس میں سویت اکیڈمی آف سائنسز کی طرف سے مشہور اور متعصب قادیانی سائنسدان عبدالسلام کو لومونوسوف گولڈ میڈل دیا گیا ہے۔ یہ ہر دشمن اسلام کے وفادار ہو سکتے ہیں مگر جب تک حضور اکرم کی

ختم نبوّت پر ایمان نہ لائیں مسلمان نہیں ہو سکتے۔ ختم نبوّت اسلام کا وہ عظیم الشان عقیدہ ہے جس کے تحفّظ کے لئے جنگ یمامہ میں سات سو حفاظ قرآن صحابہ شہید ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد منکرین ختم نبوت اور منکرین زکواۃ کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے لشکر کشی کا حکم دیا تو بعض صحابہ رضؓ نے نرمی

کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے دین کی حفاظت اور امت کی رہنمائی کا پورا حق ادا کیا اور ذرہ برابر بھی کمزوری نہ دکھائی ورنہ دین میں مرتدین کی رخنہ اندازیاں اسی وقت اسلام کی بنیادیں ہلا ڈالتیں۔ حضرت عمر رضؓ نے بھی نرم رویّہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ حالات اس قدر نازک تھے۔ مگر حضرت ابو بکر رضؓ نے فرمایا عمر رضؓ! تمہیں کیا ہوا۔ اسلام سے پہلے تو تم بڑے سخت تھے۔ اب اتنے نرم مزاج ہو گئے ہو اور پھر اپنے بعد حضرت عمر رضؓ ہی کو آپ رضؓ نے خلافت کے لئے منتخب کیا لوگوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ حضرت عمر رضؓ تو بہت سخت طبیعت کے مالک ہیں ـــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضؓ

میر جعفر، میر صادق اور مرزا غلام احمد قادیانی ملک و ملت کے غدار اور عبد اللہ بن ابی کے مشن کے وارث ہیں

ـــــ ہر قادیانی منافق اور مرتد ہے ـــــ

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

باطن کی صفائی

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس کے معنی یہ ہیں کہ دل حسد، کبر، عجب اور باقی امراض روحانی سے پاک ہو۔ بدن اور اعضاء کی پاکیزگی اور ہے اور دل کی پاکیزگی اور چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔"

اللہ تبارک وتعالےٰ پہلے دل کو دیکھتے ہیں پھر دل کے مطابق عمل کی جزا دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ مہلک دل کی بیماریاں ہیں۔ دل اگر کفر، شرک، عجب، حسد، کبر وغیرہ سے پاک ہو جائے تو خدا کا خوف اور نیکی کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان کا ظاہر بھی پاک ہو اور باطن بھی پاک ہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے آپ کو تینوں صفائی (۱۔ ظاہری صفائی۔ ۲۔ حواس ظاہری کی صفائی (۳) باطن کی صفائی) کا اہتمام کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین! یا الہٰ العالمین!!

یہ باتیں نہ چیف جسٹس، نہ چیف کمشنر، نہ چیف سیکرٹری کے دفاتر میں ہیں، نہ عدالتوں میں اور نہ اسکولوں کالجوں میں سنائی جاتی ہیں۔ یہ باتیں مسجد میں ہی سنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا اپنے دروازے پر لائے۔ گھوٹ کر اور گھول کر کوئی نہیں پلاتا۔ آنے جانے بیٹھنے سننے سے آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ آنے جانے میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے ـــ پھر اللہ تعالےٰ وہ کچھ دیتے ہیں جو کہیں نہیں ملتا۔

بندہ اپنی شان کے مطابق قدم اٹھاتا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنی شان کے مطابق اجر دیتے ہیں۔ اگر تینوں قسم کی صفائی حاصل ہو جائے تو ایسا شخص مرحوم و مغفور ہوتا ہے۔ اسے زمین بھی کہے گی ھٰذا مغفورٌ۔ نیک و بد کا زمین کو بھی احساس ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کا نیک بندہ مرتا ہے تو زمین اس سے کہتی ہے کہ میری پیٹھ پر جتنے چلنے والے تھے

(باقی پر)

تُو مجھے ان سب سے پیارا لگتا تھا آج دیکھ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زمین نگاہ کی دوری تک اس کے لئے کشادہ ہو جاتی ہے۔

نیک آدمی کی موت پر زمین بھی روتی ہے اور آسمان بھی روتے ہیں۔ کسی اللہ والے نے کہا ہے۔

اَنْتَ الَّذِیْ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ بَاکِیًا!
وَالنَّاسُ حَوْلَکَ یَضْحَکُوْنَ سُرُوْرًا
فَاحْرِصْ عَلٰی عَمَلٍ اِذْ یَکُوْنُوا النَّاسُ بُکُوًّا
تَکُوْنُ مُسْتَبْشِرًا ضَاحِکًا مَسْرُوْرًا

ترجمہ: تُو وہ ہے کہ جب تیری ماں نے تجھ کو جنا تھا تو تُو رو رہا تھا اور تیرے گرد لوگ مسرّت سے ہنس رہے تھے پس ایسے اعمال کی خواہش کر کہ تیری موت کے وقت سب لوگ رو رہے ہوں تو تُو ہنستا ہو۔

اس قسم کے انسان کے لئے موت کے وقت ملائکہ عظام اللہ کی طرف سے پیغام بشارت لے کر آتے ہیں۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔
(سورہ حٰم سجدہ)

ترجمہ: بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو۔ اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

ادھر موت کا وقت آیا اور سکرات طاری ہوئی ادھر فرشتے خوشخبری لے کر آ گئے۔ خوف مستقبل کے لئے ہوتا ہے اور غم ماضی کے لئے گویا کہ اس قسم کے لوگوں کے لئے نہ سابقہ اعمال کا غم ہوگا نہ مستقبل میں کوئی خوف ہوگا ۔۔۔

اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو اور قرآن مجید اور اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو تو انسان کو تینوں قسم کی صفائی میسر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو تینوں قسم کی صفائی نصیب فرمائے آمین یا الٰہ العالمین!

جواہر پارے

- جو شخص حرام سے اجتناب کرے اس کا دین خالص ہے۔
- جو شخص دوسروں کی نگہبانی کریگا وہ خود محفوظ ہوگا۔
- جس شخص نے کم گفتگو کی اس کی عقل تام اور مکمل ہے۔
- جو شخص کم پر راضی ہے اسے اپنے رب پر پورا توکّل ہے۔
- سب سے بہترین سرمایہ قناعت ہے۔
- سب سے بہترین توشہ خوف خدا ہے۔

(نادیم احمد القاسمی)

پاکستان کی بقا و سلامتی عقیدۂ ختم نبوّت سے وابستہ ہے

مولانا (عبید اللہ انور)

آئندہ انتخابات میں قادیانی اپنے "پسندیدہ" امیدوار کامیاب کرانے کی کوشش کریں گے

مرزا طاہر قومی مجرم ہے لندن میں بیٹھ کر یہودیوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کی کوشش کرے گا

شاہی مسجد چنیوٹ میں منعقدہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں ۲۷ دسمبر کو قبل از نماز ظہر امام الہدیٰ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کا فکر انگیز پیغام جس میں عقیدہ ختم نبوت کی عظمت، قادیانی فتنہ کے پس منظر، قادیانیوں کے ناپاک عزائم اور اس محاذ پر ملک و ملت کے بہی خواہوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا تھا ایڈیٹر خدام الدین مولانا عبدالرشید انصاری نے پڑھ کر سنایا۔ ختم نبوت کانفرنس میں جانشین امام الہدیٰ حضرت صاحبزادہ میاں محمد اجمل قادری نے بھی شرکت فرمائی۔ ختم نبوّت کانفرنس کے لئے حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کا پیغام قارئین خدام الدین کے مطالعہ و استفادہ کے لئے شائع کیا جا رہا ہے ۔۔۔

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ الذی کان کافۃ للناس، وھو رحمۃ للعالمین، بین کتفیہ خاتم النبوۃ وھو خاتم النبیین والمعصومین۔

شفیع، مطاع، نبی، کریم
قسیم، جسیم، نسیم و سیم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

محترم حضرات! شرکائے ختم نبوّت کانفرنس چنیوٹ! دین اسلام کائنات عالم کے لئے خالق کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے جس کی بدولت گم کردہ راہ انسانوں نے راہ پائی۔ مظلوموں نے ظلم کی زنجیریں توڑ پھینکیں، غلام، آزادی پا کر قوموں کے رہنما بنے، عورت کو پہلی مرتبہ معاشرے میں اس کا باعزت مقام نصیب ہوا۔ عدل و مساوات انسانی کا پرچم سینۂ ارض پہ لہرایا۔ افق عالم پر ایمان و توحید کا سورج شرک و کفر کی سیاہ گھٹاؤں کو چیرتے ہوئے طلوع ہوا اور کعبۃ اللہ جہاں تین سو ساٹھ بتوں کا اقتدار قائم ہو گیا تھا شرک کی آلودگیوں سے پاک ہو کر پھر سے قیامت تک کے لئے فرزندان توحید کی مرکزی سجدہ گاہ قرار پایا ؎

کتنی صدیوں سے سسکتے ہوئے انسانوں نے
مانگتے مانگتے اک نجات دہندہ پایا
ہم زباں قدسی بنے جب چھیڑا ذکرِ جمیل
نغمۂ صلِّ علیٰ زندہ و تابندہ پایا!

بزرگانِ محترم! لیکن اس نعمت عظمیٰ سے بھی بڑھ کر عظیم تر احسان

اور فضل و کرم اس کائنات ہست و بود پر جو اللہ تعالٰے نے فرمایا وہ ہے محسن انسانیت، نبی الاعظم شفیع الامم رحمۃ للعلمین خاتم الانبیاء والمعصومین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ۔ آپؐ اللہ کا آخری پیغام لے کر دنیا میں تشریف لائے حظیرۃ القدس سے رب قدوس کا وہ کلام مبارک آپؐ کے ہی قلب اطہر و منور پر نازل ہوا جو اگر آسمانوں پر اتارا جاتا تو وہ ٹوٹ پھوٹ جاتے پہاڑوں پر اترتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ دنیا سے کہا گیا ؎

آؤ سنوائیں تمہیں یہ نغمۂ مشروع بھی
پارہ جس کے لحن سے طور مدٰی ہونے کو ہے
حیف کہ تاثیر اس کی تیرے دل پر کچھ نہیں
کوہ جس سے خاشعاً متصدعاً ہونے کو ہے

برادرانِ اسلام! ہمارے نبیؐ اللہ تعالٰے کے آخری نبی ہیں، آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب کلام ربانی قرآن مجید اللہ تعالٰے کی آخری کتاب ہے اور ہم اللہ کے آخری نبی پر ایمان رکھنے والی آخری امت کے لوگ ہیں۔ بس یہی وہ پہلی اور آخری حقیقت کبرٰی ہے جو مسلمانوں کو دیگر ادیان کے پیروؤں اور ملل آخری سے الگ اور ممتاز کرتی ہے ہمارے ملّی تشخص کی پہچان عقیدۂ ختم نبوّت پر ہمارا ایمان ہے اسی عقیدۂ ختم نبوت کی برکت سے ملّت اسلامیہ آج تک زندہ ہے اور تاقیامت رہے گی ہمارے چالاک اور عیار دشمن بھی اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں اسی لئے برطانوی سامراج نے پچاس ہزار علماء کو پھانسیوں پر لٹکانے کے باوجود جب دیکھا کہ اسلام زندہ ہے مسلمان باقی ہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کذاب و دجال اور غدارِ وطن و ملّت کو جعلی نبوّت کی دکان پر بٹھا دیا۔

یوں تو ۱۸۹۷ء ہی میں علماء لدھیانہ نے قادیان میں اگنے والے انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کے وجود کو کفر و ارتداد کی چھتری قرار دے دیا تھا لیکن غلام احمد قادیانی کا دجل انگریز کی سرپرستی میں تیزی سے پروان چڑھنے لگا اور دین سے واجبی واقفیت رکھنے والے انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان قادیانی تحریک سے متاثر ہونے لگے حتّٰی کہ علامہ اقبال مرحوم نے رئیس المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری اور حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ ایسے جلیل القدر علماء کی اس موضوع پر جدو جہد کا ساتھ دیتے ہوئے قادیان کی نبوت کاذبہ پر پے در پے ضربیں لگائیں ان کی سابقہ تحریروں کا حوالہ کر قادیانی اخبار "سن رائز" نے اعتراض کیا کہ علامہ اقبال پہلے قادیانی تحریک کو اچھا سمجھتے تھے اب بیٹھے بٹھائے اس کے خلاف بیان بازی پر اتر آئے ہیں۔ اس پر علامہ اقبال مرحوم نے جواب دیا کہ

"مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پہلے مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی اسے اچھی طرح ظاہر ہونے کے لئے برسوں چاہئیں۔ ذاتی طور میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت (کا)، بانیٔ اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعوٰے کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی۔ جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر میرے موجودہ رویہ میں کوئی تناقص ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے۔ کہ وہ اپنی رائے بدل سکے بقول ایمرسن "صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے"۔"

(حرف اقبال ص ۱۳۱-۱۳۲)

پھر علامہ اقبال نے اپنی تحریروں اور مضامین میں قادیانی نبوت کو اسلامی وحدت کے لئے ایک خطرہ قرار دیا۔ قادیانیوں کی سرپرستی کرنے پر انگریز حکومت سے زبردست احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا جائے۔

حضرات گرامی! اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی فتنہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے انگریزی استعمار کا پیدا کردہ فتنہ ہے اس کی سرکوبی اور مسلمانوں کو اس کے شر سے بچانے کے لئے برصغیر کے حریت پسند علماء نے طویل جد و جہد کی۔ ہمارے ہاں ۱۹۳۰ء میں انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام شیرانوالہ مسجد لاہور میں برصغیر کے اکابر علماء کا ایک اجلاس ہوا جس میں حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت کا خطاب دیا گیا۔ امام المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے سب سے پہلے قادیانی فتنہ کے خلاف جد و جہد کے لئے امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کے لئے بڑھنے والا دوسرا ہاتھ مولانا ظفر علی خانؒ کا تھا اور تیسرا ہاتھ محدّث کبیر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کا۔ ان اکابرؒ نے عزت و عظمت ناموس رسالت کے تحفّظ کے لئے جس جد و جہد کا عہد کیا وہ آخری دم تک اس کی راہ پر گامزن رہے تاآنکہ انہی میں سے ایک عالم ربانی حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں اسلامیان پاکستان ۱۹۷۴ء بھرپور جد و جہد کے بعد میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے اور دس سال بعد ۱۹۸۴ء میں ایک صدارتی آرڈیننس اس مقدس جدو جہد کی راہ میں ایک سنگ میل کی حیثیت سے جاری ہوا۔ دسمبر ۱۹۸۴ء پہلا سال ہے کہ قادیانی اپنا سالانہ اجتماع سرزمین پاکستان پر منعقد نہیں کر سکے اور الحمد للہ تعالیٰ کہ مجلس تحفّظ ختم نبوت پورے تزک و احتشام کے ساتھ چنیوٹ میں اپنی سالانہ کانفرنس منعقد کر رہی ہے اس موقعہ پر پاکستان کی تمام دینی جماعتوں اور خصوصًا مجلس تحفظ ختم نبوّت کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ہم ۱۹۷۴ء اور ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوّت کے ان شہیدوں کو سلام پیش کرتے ہیں جو حبیبِ کبریاؐ کی عزت و عظمت کے نام پر اپنے سینے گولیوں سے چھلنی کروا کر زندہ جاوید ہو گئے۔ خصوصًا مولانا محمد اسلم قریشی کہ جن کے اغوا نے پروانگانِ شمع ختم نبوت کو پھر سے بیدار کر دیا اور انہیں تازہ جوش و ولولہ دیا۔ حتّٰی کہ ساہیوال میں مولانا بشیر احمد اور جواں سال طالب علم رہنما محمد اظہر شہید ہو گئے۔

اس موقعہ پر ہم خصوصی طور پر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، آغا شورش کاشمیری، صاحبزادہ سیّد فیض الحسن، مولانا سید ابوالحسنات قادری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان، مفکر اسلام

حضرت مولانا مفتی محمود، مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد حیات فاتح قادیاں، جناب سید مظفر علی شمسی، مولانا مظہر علی اظہر اور محدث اعظم السید محمد یوسف بنوری کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں جن کی جد و جہد کو ربِ قدوس نے شرفِ قبولیت بخشا۔

حضرات گرامی! اس موقعہ پر حکومت اور پاکستان کے ساڑھے آٹھ کروڑ عوام کو یہ بات کہہ دینا میں اپنا دینی اور ملی فریضہ سمجھتا ہوں کہ حضور ختمی مرتبت کی ختم نبوت کا عقیدہ محض فقہی مسئلہ نہیں ہے۔ پاکستان کی بقا و حیات اسی عقیدہ سے وابستہ ہے اگر آپ پاکستان کی بقا و سلامتی چاہتے ہیں تو پھر آپ کو بالآخر اس سرزمین پہ دشمنانِ ختم نبوّت کی سرگرمیوں کو اسی طرح یک قلم بند کرنا ہوگا جیسے جانشین پیمبر خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب کی ذریت سے ارض مقدس کو پاک کر دیا تھا ورنہ مرزائی پاکستان کی آستین کا سانپ بن کر چھپے اور دبے بیٹھے رہیں گے جو کسی وقت بھی کوئی ناپسندیدہ صورتِ حال پیدا کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

یہ تاریخی واقعہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کو جب ارباب اقتدار نے بالجبر کچل دیا تو اس کے معاً بعد مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین بداعتمادی پر مبنی سیاسی مسائل نے سر اٹھانا شروع کر دیا تھا پھر مساوی نمائندگی، مساوی حقوق اور مساوی تقسیم وسائل جیسے عنوانات ملک کو دو ٹکڑے کر دینے پر منتج ہوئے۔

حضرات گرامی! میں بڑے درد دل کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اگر سندھ، پنجاب، بلوچستان اور سرحد کو متحد رکھنا ہے۔ اگر اس مملکت خداداد کے اس حصہ کو باقی ماندہ پاکستان کو بچانا ہے تو پھر دشمنانِ ختم نبوت کی ریشہ دوانیوں سے خبردار رہنا پڑے گا۔ یہ برطانوی سامراج کی اسلام کے خلاف سازشوں کا شاہکار سازشی گروہ ہے۔ پاکستان کی بقا عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے ساتھ وابستہ ہے۔ بھارتی اور روسی پالیسی ساز ادارے قادیانی ضمیر فروشوں سے خوب واقف ہیں وہ اپنے توسیع پسندانہ اور فتنہ خیز عزائم کے لئے سرکاری مشینری میں موجود قادیانی عنصر کو اپنا آلۂ کار بنا سکتے ہیں۔ آئندہ متوقع انتخابات میں بھی قادیانی اپنے پسند کے امیدواروں کو کامیاب کرانے کے لئے سازشیں کر رہے ہیں۔ مرزا طاہر پاکستان کے آئین کا دشمن اور قومی مجرم ہے وہ لندن میں بیٹھ کر یہودیوں کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلانے کی کوشش کرے گا۔ اطلاعات کے مطابق پہلے ہی اسرائیل میں قادیانی مشن کام کر رہے ہیں۔ اس لئے اب قادیانی مسئلہ عوام سے زیادہ حکومت کا مسئلہ ہے۔ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اسلامی نظام اور ملکی استحکام کے لئے قوم سے اعتماد کا ووٹ لے چکے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک اب قادیانی فتنہ حکومت اور صدر پاکستان کے لئے ایک چیلنج ہے۔ جو پاکستان اور حکومت پاکستان دونوں کا بدخواہ ہے۔ بہرکیف ہم اللہ کے حضور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ پاکستان میں قرآن و سنت کی بالادستی قائم کرنے، اسلامی نظام حیات نافذ و جاری کرانے اور ناموس ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہم آخری دم تک جد و جہد کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہے۔ اسلام زندہ باد۔ پاکستان پائندہ باد ——— عبیداللہ انور امیر انجمن خدام الدین لاہور

جمالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ ایسا دوسرا آئینہ
نہ کسی کی بزمِ خیال میں، نہ دکان آئینہ ساز میں

ماجد شہیدی راجپوت، جامع دارالسلام محلہ پورن نگر گلی ۲، سیالکوٹ

کس بشر میں یہ طاقت ہے کہ وہ محبوب خدا، شہہ بطحا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کی تصویر کشی کما حقہٗ کر سکے، مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

خالقِ کائنات نے تاجدارِ ختم نبوت کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن و جمال سے علیٰ وجہہ الاتم نوازا ہے۔ ویسے تو باطنی کمالات کے ساتھ ظاہری حسن و جمال بھی نبوت کے ان لوازمات میں سے ہے جن میں انبیاء علیہم السلام دیگر ابنائے زمانہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام میں بھی نبیّم مکہ کو سیرت و کردار ظاہری حسن و جمال کے لحاظ سے جو خصوصی امتیاز حاصل ہے کوئی دوسرا ان میں آپ کا مثیل و ہمسر نہیں ہو سکتا۔

صدیقۂ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ زلیخا کی سہیلیاں (جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے) اگر ماہتابِ عرب کے جمال جہاں آرا کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوتی تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دلوں کو کاٹ لیتیں۔

اور یہ کوئی مبالغہ نہیں، ایسی روشن حقیقت ہے کہ جس کی صداقت کی ہزاروں شہادتیں تاریخ اپنے سینے میں محفوظ کیے ہوئے ہے۔ مثال کے طور پر جنگِ اُحد کا واقعہ ہے۔

قبیلہ بنو دینار کی ایک مسلمان عورت میدانِ جنگ میں لوگوں سے پیغمبر اسلام کی خیریت دریافت کرتی ہے۔ جواب ملتا ہے کہ تیرا باپ، شوہر اور بھائی میدانِ جنگ میں شہید ہو گئے ہیں۔ وہ کمال استقامت سے ہر بار کہتی ہے مجھے رسول اللہؐ کے متعلق بتلاؤ؟ لوگوں نے کہا آپؐ بفضل خدا صحیح و سالم ہیں، وہ کہتی ہے مجھے دکھا دو۔ جب دُور سے چہرۂ انورؐ پر نگاہ پڑتی ہے تو بے ساختہ کہہ اٹھتی ہے کُل مصیبۃٍ بعدک جلل "اب ہر مصیبت دُور ہو گئی ہے"۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

بلاشبہ آپؐ کا چہرہ مبارک ایسا ہی محبوب و حسین تھا کہ جسے دیکھ کر ہر غم غلط ہو جاتا تھا۔

سراپائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آپؐ میانہ قد اور موزوں اندام تھے۔ رنگ سرخ و سفید اور نہایت چمکدار تھا۔ پیشانی مبارک چوڑی، اور ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے، پیوستہ نہ تھے، دونوں ابروؤں کے درمیان ایک باریک رگ تھی جو غصہ کے وقت اُبھر جاتی تھی۔ بینی (ناک) مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا چہرۂ مبارک ہموار ہلکا یعنی بہت پُر گوشت نہ تھا۔ چہرہ انور نہ بالکل گول تھا اور نہ لمبا، بلکہ دونوں کے درمیان تھا۔

دہن مبارک اعتدال کے ساتھ کشادہ تھا۔ دندان مبارک باریک آبدار تھے بہت پیوستہ نہ تھے، سامنے کے

دانتوں میں ذرا ذرا فصل تھا۔ گردن مبارک اونچی اور باریک تھی، جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے، اور رنگت میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی۔

سر مبارک بڑا اور فراخ تھا۔ سر کے بال نہ بہت پیچیدہ تھے اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ بالوں میں ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا۔ جس زمانہ میں سر کے بال زیادہ ہوتے تھے تو زلفیں کان کی لَو سے متجاوز ہو جاتی تھیں۔

آنکھیں سیاہ و سرگین اور پلکیں دراز تھیں، آنکھوں کی سفیدی میں سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔ ریش مبارک گھنی اور بدن گٹھا ہوا تھا۔ سب اعضاء نہایت معتدل اور پُرگوشت تھے۔ شانے بھرے بھرے اور کاندھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ بدن کے جوڑوں کے مِلنے کی ہڈیاں موٹی تھیں۔ شانوں اور کلائیوں پر بال تھے۔ دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فاصلہ تھا۔

پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ سینہ مبارک سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز اور پُرگوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ کلائیاں دراز اور پاؤں کی ایڑیاں نازک اور ہلکی تھیں۔ آپؐ کے قدم ہموار، تلوے گہرے تھے، نیچے سے پانی نکل جاتا تھا۔ آپ تیز رفتار تھے، ذرا کشادہ قدم رکھتے تھے، چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے۔ جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں۔ دیکھنے والوں پر آپؐ کے حسن و خوبروئی کا بہت اثر پڑتا تھا۔ سلیم الفطرت اشخاص چہرۂ انور دیکھتے ہی پکار اٹھتے تھے "خدا کی قسم یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے"۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ "نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر صاف و شفاف حسین و خوبصورت تھے گویا کہ چاندی سے آپؐ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے"۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے یعنی ان میں کسی قدر ریخیں تھیں گنجان نہ تھے۔ جب آپ تکلّم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا"۔

حضرت جابرؓ بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ "میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا حضورؐ اس وقت سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپؐ کو، بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ آپؐ چاند سے کہیں زیادہ حسین و جمیل ہیں۔

بلاشبہ حضرت جابرؓ کا فیصلہ برحق ہے آسمان کا ایک چاند کیا ہزار چاند بھی ہدایت کے اس سراجؐ منیر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عرب کے ایک شاعر نے خوب کہا ہے "اگر تجھے ممدوح کو عیب ہی لگانا ہے تو اسے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دے دے اس کے عیب لگانے کے لیے یہی کافی ہے۔

ع چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند کے منہ پر چھائیاں احمدؐ کا چہرہ صاف ہے

مہر نبوت — یہی جابرؓ بن سمرہ راوی ہیں کہ میں نے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا۔ جو مقدار میں کبوتر کے انڈے کے برابر تھی (اطراف میں بال تھے)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپؐ خاتم النبیین تھے۔

خادم نبوت حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا عطر حضور اکرمؐ کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

الغرض آپؐ اس قول کے صحیح مصداق تھے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
دامان نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گلچینِ بہار تو زداماں گلہ دارد



تحریر: مولانا حمزہ گل مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

آئینِ شریعت کی رُو سے امیر کا انتخاب

اسلام میں انتخاب خلیفہ و امیر سب سے بنیادی اور اہم مسئلہ ہے۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةُ إِمَامٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

ترجمہ: جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ اس کی کسی امام کی بیعت نہ ہو وہ جاہلیہ کی موت مرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

یہی وجہ ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وفات یہ مسئلہ قولاً و عملاً طے کیا تھا اور مرض موت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس منصب کے لیے منتخب کیا تھا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے اپنا قائمقام بنایا تھا۔ باوجودیکہ بعض ازواج مطہرات نے اس مسئلہ میں اصرار کیا تھا کہ صدیقِ اکبر کو نماز کے لیے منتخب نہ کیا جائے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلَّا أَبَابَكْرٍ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵)

ترجمہ: اللہ اور مسلمان صدیق اکبر کے علاوہ کسی کی نیابت وخلافت پر راضی نہیں ہیں۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيْدُ الْمَوْتَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدِيْنِيْ فَأْتِيْ أَبَابَكْرٍ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵)

ترجمہ: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت مسئلہ پوچھنے آئی۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم پھر کسی وقت آنا۔ اس عورت نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ اگر میں نے آپ کو نہ پایا اُس کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ دنیا میں نہ ہوئے تو پھر کس سے یہ مسئلہ حل کیا جائے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم نے مجھے نہ پایا تو پھر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ معلوم کرنا۔ باقی وفاتِ رسولؐ کے بعد تقیفہ بنو ساعدہ میں انتخاب خلیفہ کے لیے انصار کا جو اجتماع ہوا اس میں اصحاب حل و عقد تھے۔ مدینہ منورہ کے عوام سے انتخاب خلیفہ کے وقت کسی نے رائے نہیں لی بلکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی مدینہ میں موجود تھیں لیکن انتخاب خلیفہ کے مشورہ میں کسی نے ازواج مطہرات سے مشورہ نہیں لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انتخاب خلیفہ میں اصحاب حل و عقد ہی کی رائے قابلِ قبول ہوتی ہے۔

انصار کا جو اجتماع وفاتِ رسولؐ کے بعد ہوا۔ اس میں حضرت عمر فاروقؓ نے بآسانی یہ مسئلہ سمجھایا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اقامت نماز کے لیے منتخب کیا ہے جو مسلمانوں کے لیے سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ ہے تو جو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نظامِ دین قائم کر سکتا ہے وہ نظامِ دنیا بھی چلا سکتا ہے لہٰذا یہ انتخاب جو برائے اقامتِ نماز ہے برائے اقامتِ نظام بھی ہے اس لیے انصار بھی عمر فاروقؓ کے سمجھانے سے یہ مسئلہ بآسانی سمجھ گئے اور انتخاب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو تسلیم کر لیا۔ باقی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بھی انتخاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کی اہمیت سمجھ چکے تھے کہ انتخاب خلیفہ کا مسئلہ اسلام کا نہایت اہم مسئلہ ہے۔ اس لیے انہوں نے وفات کے وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اور اس انتخاب میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی سے مشورہ نہیں لیا اور صرف اپنی ذاتی رائے سے فاروق اعظمؓ کو نامزد

کیا اور صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد بطور تعمیل حکم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عمر فاروقؓ کی خلافت تسلیم کی۔ اور کسی نے خلافت فاروق اعظم میں رائے زنی نہیں کی کیونکہ یہ صدیق اکبرؓ کا حکم تھا اور اولوالامر کا حکم واجب التعمیل ہے

باقی اس مسئلہ کی اہمیت کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بوقتِ وفات چھ حضرات کو خلافت کے لیے مخصوص کر دیا تھا اور یہ وصیت کی تھی کہ یہ چھ حضرات آپس کے مشورہ سے ایک شخص کو منصب خلافت کے لیے مخصوص کریں وہ چھ حضرات یہ تھے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ۔ حضرت طلحۃ الخیرؓ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، ۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، ۔ اور حضرت ابوطلحۃ الانصاری کو بلا کر فرمایا کہ میری وفات کے بعد پچاس مردوں کو شوریٰ پر نگران بناؤ تاکہ خلافت کا معاملہ جلدی طے کریں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میرا لڑکا عبداللہ شوریٰ میں حاضر تو ہوگا۔ لیکن خلافت کے معاملہ میں دخل و مداخلت کا مجاز نہ ہوگا۔ لہٰذا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب بھی چند اصحاب الرائے کے مشورہ سے عمل میں آیا تھا۔ یہاں تک کہ ازواج مطہرات سے بھی اس معاملہ میں کوئی مشورہ نہیں لیا گیا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتخاب بھی چند اصحاب الرائے حضرات کے مشورہ سے ہی عمل میں آیا تھا۔

باقی رائے عامہ کا مسئلہ اجماعِ امت سے تعلق رکھتا ہے اجماع امت دلیل شرعی اور دلیلِ قطعی ہے بشرطیکہ انعقاد کی شرائط بھی پوری موجود ہوں۔ شروط انعقاد یہ ہیں۔ کہ اگر ایسے مسئلہ پر اتفاق کرنا مقصود ہو جو شرعی مسئلہ ہو اور رائے و غور کا محتاج ہو تو اس صورت میں صرف اہل الرائے اور اصحاب اجتہاد کا اتفاق ضروری ہے اس میں عوام الناس کی رائے کا کوئی دخل نہیں ہے اگر یہ مسئلہ جس پر اتفاق کرنا ضروری ہو، صرف دنیاوی مسئلہ ہو اور محتاج غور و فکر نہ ہو تو اس میں عوام الناس کی رائے بھی معتبر ہے بشرطیکہ کوئی بھی فرد اختلاف نہ کرے اور سب کے سب متفق ہو جائیں۔ تب یہ مسئلہ اجماعی بن جائیگا اور یہ اجماع حجت ہوگا۔ لیکن آج کل رائے عامہ سے جو مسئلہ طے کیا جاتا ہے یہ قانون اجماع کے خلاف ہے کیونکہ قانونِ اجماع میں اتفاق رائے حجت ہے۔ کثرتِ رائے حجت نہیں ہے اور آجکل ان انتخابات میں نہ اتفاق رائے موجود ہے اور نہ کثرتِ رائے موجود ہے۔ مثلاً ایک حلقہ میں تین امیدوار کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک امیدوار کو مثلاً پچاس ووٹ ملتے ہیں۔ دوسرے کو ساٹھ ووٹ اور تیسرے کو ستر ووٹ تو موجودہ قانونِ انتخاب میں ستّر والا کامیاب مانا جاتا ہے اور باقی دو ناکام مانے جاتے ہیں لیکن اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو صرف ستّر ووٹ کامیاب کے حق میں ہیں، اور ایک سو دس ووٹ اس کے خلاف ہیں۔ لہٰذا یہ انتخاب نہ اتفاق رائے سے ہوا ہے اور نہ کثرت رائے سے۔ چہ جائیکہ کہ اجماع کا مسئلہ بن کر دلیل شرع بنجائے البتّہ یہ تینوں ممبر اگر انتخاب کے بعد برضا و اتفاق قرعہ اندازی کرکے ایک شخص کو منتخب کریں تو شاید قرعہ اندازی کے بعد یہ انتخاب دلیلِ شرعی کے ماتحت آ جائے کیونکہ قرعہ اندازی بھی اجماع کے تحت آتی ہے۔ بہر حال موجودہ طریقہ انتخاب کی نظیر و مثال ہماری شریعت میں کہیں موجود نہیں ہے۔ باقی انتخاب سربراہ کا مسئلہ اسلامی مملکت میں ایک اہم مسئلہ ہے۔ نہ صرف اصحاب حل و عقد کر سکتے ہیں۔ اس میں عوام الناس کے لیے دخل و مداخلت اور رائے شماری نہیں ہے بلکہ نظائر شرعی اور دلائل اسلامی انتخاب سربراہ میں عوام الناس کی رائے کو دخل کی اجازت نہیں دیتے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد قوم میں انتخاب سلطان کا معاملہ پیش آیا تھا۔ اس وقت شموئیل علیہ السلام پیغمبر تھے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو سلطنت کے لیے منتخب کیا ہے قوم نے بالاتفاق کہا طالوت ہمارا سلطان کیسے بن سکتا ہے اور حال یہ ہے کہ ہم اس سے اس منصب کے لیے زیادہ موزوں ہیں کیونکہ طالوت نہ خاندان سلطنت و عظمت سے ہے اور نہ مال دار و سرمایہ دار ہے۔ شموئیل علیہ السلام نے کہا اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ۔ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ٭

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے اوپر حکومت کرنے کے لیے

منتخب کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علمی برتری اور جسمانی قوت عطا فرمائی ہے (اور سلطان کے لیے یہی صفات ضروری ہیں)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَلّٰی مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا فَاسْتَعْمَلَ عَلَیْہِمْ رَجُلًا وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّ فِیْہِمْ مَنْ ھُوَ اَوْلٰی بِذٰلِکَ مِنْہُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ فَقَدْ خَانَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَجَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ ط

(کذا فی الطبرانی)

ترجمہ: جناب رسولِ کریمؐ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کا حکمران ہو، وہ کسی شخص کو مسلمانوں پر عامل، ناظم یا قاضی بنائے اور وہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس عہدہ کے لیے اس سے زیادہ بہتر اور عالم (بکتاب اللہ وسنۃ رسولؐ) موجود ہے تو بیشک اس حکمران نے اللہ و رسولؐ اور جملہ مسلمانوں سے خیانت کی۔ اس حدیث سے بھی یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اسلامی نظام حکومت میں ہر عہدہ کے لیے عالم بکتاب اللہ وسنّت رسولؐ ہونا ضروری ہے اور یہ عوام الناس کا کام نہیں ہے۔ یہ اصحاب حل و عقد کا کام ہے۔

وَعَنْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرْفَعُ لَہٗ بِقَدْرِ غَدْرِہٖ اَلَا وَ غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِیْرِ عَامَّۃٍ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ٣٢٣)

ترجمہ: سعید رضی اللہ عنہ، جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم سے نقل کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن ہر غدار کا جھنڈا غدار کے پیچھے ہوگا دوسری روایت میں ہے قیامت کے دن ہر غدّار کا جھنڈا غدّار کے برابر اونچا رہے گا جتنا بڑا غدّار ہوگا اس کا جھنڈا بھی اتنا اونچا ہوگا۔ غدّار امیر عامہ سے بڑھ کر کوئی غدّار نہ ہوگا: امیر عامہ وہ امیر ہے جو ارباب حل و عقد کے مشورہ کے بغیر بزور بازو یا صرف جہّال و عوام النّاس کی رائے سے سربراہِ مملکت بن جائے یہ امیر سب سے بڑا غدّار ہوگا اور اس کا جھنڈا سب سے اونچا رہے گا کیونکہ اس نے بغیر استحقاق ایک اعلیٰ منصب پر قبضہ کرکے مستحق کو محروم کر رکھا ہے اور بغیر رضا اصحاب حل و عقد عوام النّاس کے نفوس و اموال پر مسلّط ہو گیا ہے چونکہ اس حدیث میں امیر عامہ کا لفظ مذکور ہے لہٰذا اس کا ترجمہ یہی ہے۔ کہ یہ امیر صرف عوام النّاس کی رائے سے سربراہِ مملکت بن جاتا ہے اور انتخاب امیر کا حق عوام النّاس کے لئے نہیں ہے یہ اصحاب الرائے کا حق ہے البتّہ تبدیل احوال زمان سے تبدیل احکام بھی ممکن ہے۔ لیکن منصوصات شرعی اپنی جگہ ہیں۔ لہٰذا موجودہ دَور میں ضروریات دین کے ساتھ ساتھ جدید حالات سے واقف ملکی انتظامات امور سیاسیہ اور امورِ مدافعت کا تجربہ بھی ہونا چاہیئے۔ صرف واقفیّت فی الدین کافی نہیں ہے۔ انتخاب خلفاء پہ اگر غور کیا جائے تو اس میں یہ نکات سامنے آتے ہیں — جب صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسند خلافت پر بیٹھے تو خطّہ عرب میں تین قسم کا انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ بعض لوگ بالکل مرتد ہو چکے تھے اور دوبارہ شرک اور کفر کی طرف لوٹ گئے تھے۔ بعض لوگ مسیلمۃ الکذاب وغیرہ کو نبی تسلیم کر چکے تھے اور بعض لوگوں نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا کہ ہم بیت المال کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ فریقِ اوّل کے ساتھ تو جہاد اور جنگ وجدال فرض تھا لیکن تیسرا فرقہ صرف زکوٰۃ دینے سے منکر تھا اس کے ساتھ جہاد میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:—

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَہٗ وَدَمَائَہٗ وَکَانَ حِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔ لہٰذا چونکہ مانعین زکوٰۃ توحید خدا اور رسالتِ رسولؐ کے قائل ہیں اس لیے ان سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ وَاللّٰہِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا یُؤَدُّوْنَہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ لَقَاتَلْتُہُمْ

ترجمہ: بخدا اگر ایک رسی بھی جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے ہم سے روک دی تو میں ان لوگوں کے ساتھ یقیناً جہاد کروں گا اور عمر فاروقؓ کو جواب دیا۔ اَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ۔ ترجمہ: آپ جاہلیت میں بہت جری تھے اور اسلام میں بزدل بن گئے۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے دورِ خلافت پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو اُن سے بھی یہ پتہ چل جاتا ہے کہ علمی مہارت و قابلیت دین داری اور ایمانداری کے ساتھ ساتھ

انتظامی امور اور جنگ وجہاد کے معاملات میں بھی وہ خوب تجربہ ومہارت رکھتے تھے اور اپنے دور خلافت میں انہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے۔ اور اسلامی مملکت کی حدود کو وسیع وعریض بنایا۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے۔ میرے بعد تیس سال تک خلافت ہوگی اور پھر امارتِ عضوضہ کا دور شروع ہوگا۔ ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے ایک شخص سے سوال کیا کہ میں خلیفہ ہوں یا امیر ہوں۔ اس شخص نے جواب دیا: اِنْ اَخَذْتَ بِحَقٍّ وَوَضَعْتَ فِیْ حَقٍّ فَاَنْتَ خَلِیْفَةٌ وَاِلَّا فَاَنْتَ اَمِیْرٌ مِنْ اَشَدِّ الْاُمَرَاءِ۔ اگر آپ نے قانون شرعی سے مال وصول کیا اور مصرف شرعی میں خرچ کیا تو آپ خلیفہ ہیں ورنہ آپ سخت ترین امیر ہوں گے اس مقولہ سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ صرف وہی شخص بنتا ہے جو پورا پابند شریعت ہو لیکن امیر باوجود نقائص شرعی امیر رہتا ہے اور اس کی اطاعت امورِ شرعیہ میں رعیت پر ضروری ہے۔ ایسے امرا کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ ہم ایسے امرار کی بیعت توڑ سکتے ہیں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک امرار پابند نماز ہوں تو وہ واجب الاطاعت ہیں اور امور شرعیہ میں ان کی نافرمانی گناہ ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ وَتُنْکِرُوْنَ فَمَنْ اَنْکَرَ فَقَدْ بَرِیَٔ وَمَنْ کَرِہَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰکِنْ مَنْ رَضِیَ وَتَابَعَ قَالُوْا اَفَلَا نُقَاتِلُہُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا لَا مَا صَلَّوْا (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف صہ ۳۱۹)

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایسے امیر ہوں گے جن کے بعض امور معروف شرعی ہوں گے جو تم پہچانو گے اور بعض امور منکرات شرعی ہوں گے جن سے تم انکار کروگے۔ جس بندے نے ان منکرات شرعی کی زبانی تردید کی وہ بری الذمہ رہا اور جس نے دل میں مکروہ اور قبیح سمجھا وہ بھی سالم رہے گا لیکن جس نے منکرات کو پسند کیا اور تابعداری کی وہ نقصان میں مبتلا ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ کیا ہم ان سے جنگ وجدال نہ کریں۔ جناب رسول کریمؐ نے جواب دیا۔ نہیں! جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ ترک نماز کے بعد ان امراء سے لڑنا جائز ہے۔

اب یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اثبات مسائل شرعیہ منحصر ہے دلائل شرعیہ پر جو مسئلہ دلیل شرعیہ سے ثابت ہو وہ مسئلہ واجبُ العمل ہوتا ہے۔ اب دلائل شرعیہ چار ہیں: کتابُ اللہ، سنت رسولؐ، اجماع الامت، قیاس، درجات کے اعتبار سے اول درجہ کتاب اللہ کا ہے، دوسرا درجہ سنت رسول اللہ کا ہے، تیسرا درجہ اجماع امت کا ہے اور چوتھا درجہ قیاس مجتہدین کا ہے۔ ان درجوں کا فرق وامتیاز بوقت تعارض معلوم ہوجاتا ہے اور یہ امتیاز درجات نص سے ثابت ہے نص یہ ہے: یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اس آیت سے معلوم ہوجاتا ہے کہ طاعتِ خدا طاعتِ رسول پر مقدم ہے اور طاعت رسول طاعتِ اولوالامر پر مقدم ہے اب اولوالامر کا مصداق مجتہدین فی الشریعت بھی ہوسکتے ہیں اور حکام وقت بھی اگر اولوالامر کا مصداق مجتہدین فی الشریعت ہوں تو آیت کے اس حصہ میں دو دلیلوں کی طرف اشارہ ہوگا اجماع امت، اور قیاس مجتہدین کیونکہ اگر مجتہدین فی العصر کسی مسئلہ اجتہادیہ پر اتفاق کرلیتے ہیں تو یہ مسئلہ اجماعیہ بنے گا اور اجماع امت دلیل شرعی قطعی ہے اگر کوئی مجتہد کسی خاص مسئلہ کا استنباط عن الکتاب والسنّہ کرتا ہے لیکن اس مسئلہ پر باقی مجتہدین وقت متفق نہ ہوں تو یہ مسئلہ قیاسیہ بنے گا۔ اور یہ بھی واجبُ العمل ہوگا اگرچہ یہ قیاسی مسئلہ قطعی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے لیکن اس آیت کا آئندہ حصہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اس حصہ میں قیاس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جس مسئلہ میں اختلاف اور نزاع پیدا ہوجاتاہے وہ قرآن اور سنتِ رسولؐ کے نظائر اور امثلہ کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اور اختلافی مسائل کو اور اجتہادی مسائل کو قرآن اور حدیث رسول سے استنباط کرنے کا نام قیاس ہے

اس آیت سے یہ حکم اور مسئلہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اختلافی ونزاعی مسائل اور آپس کے جھگڑوں کو صرف قرآن اور سنت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ مومن رہے گا ورنہ اگر وہ اپنے اختلافات اور جھگڑوں کو کسی اور قانون سے طے کرتا ہے اس کا ایمان ختم ہوجاتا ہے کیونکہ اس آیت میں ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر موقوف ومعلّق ہے۔ یَرُدُّ النِّزَاعَ وَالْاِخْتِلَافَ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ" لہٰذا اگر اختلاف اور نزاع کتاب اللہ اور ارشاداتِ رسالت کے مطابق طے کرتا ہے تو مومن رہے گا ورنہ ایمان ختم ہوجائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں شریعت کے چار دلائل مذکور ہیں اور ترتیب دلائل کی طرف اشارہ بھی موجود ہے کہ اثبات احکام شرعیہ میں اول درجہ کتاب اللہ کا ہے۔ دوسرا درجہ سنّت رسولؐ کا ہے۔ تیسرا درجہ اجماع امّت کا ہے اور چوتھا درجہ قیاس مجتہدین کا ہے البتّہ کتاب اللہ، سنتِ رسول، اور اجماع امّت سے جو مسائل ثابت ہیں۔ بعض یقین کے درجہ میں ہیں اور بعض ظنی ہیں۔ قیاس سے جو مسئلہ ثابت ہے وہ درجہ ظن میں ہے قطعی نہیں ہے کیونکہ سنت رسولؐ کے درجے بھی مختلف ہیں بعض قطعی ہے بعض ظنی ہے۔ اجماع کے درجے بھی مختلف ہیں بعض قطعی ہیں بعض ظنّی۔

اور اثبات احکام من الکتاب کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ اگر اولی الامر سے اس آیت مذکورہ میں "مراد حکام وقت" ہوں تو بمقتضی آیت مذکورہ ان کے اوامر بھی واجبُ التعمیل ہوں گے بشرطیکہ یہ اوامر کتاب اللہ سنت رسُول اور اجماع امت کے خلاف نہ ہوں کیونکہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ مخلوق کی طاعت کے لیے خالق کی معصیّت کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔

چونکہ انتخاب اجماعِ امت کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اس مقام پر اجماعِ امّت کی تفصیل بھی مناسب ہے اجماع کا لغوی ترجمہ پختہ ارادہ کرنا، اتفاق کرنا اجماع کا شرعی ترجمہ یہ ہے کہ اُمتِ محمدّیہ کے صالحین ومجتہدین ایک وقت میں کسی امر پر اتفاق کرلیں چاہے وہ امر فعل سے تعلّق رکھتا ہو چاہے قول سے تعلق رکھتا ہو۔ رکن اجماع کے دو قسم ہیں ایک عزیمت اور دوسرا رخصت۔

عزیمت یہ ہے کہ جس امر پر اتفاق کرنا مقصود ہو سب کے سب اہل الرائے اس امر پہ زبان سے اقرار کریں یا سب کے سب عملاً اس کی تعمیل کریں۔ رخصت یہ ہے کہ جس امر پر اتفاق کرنا مقصود ہو بعض اہل الرائے اس کام کی زبان سے منظوری دیں یا عملاً تعمیل کریں اور بعض اہل الرائے اطلاع کے بعد سکوت اختیار کریں اس کا نام اجماع سکوتی ہے عزیمت والا اجماع دلیل قوی ہے اور مفید، یقین ہے اجماع سکوتی ثانوی درجہ ہے اور مفید ظن ہے؛ باقی یہ مسئلہ کہ اجماع امت محمدیہ حجۃ شرعی ہے اور اس امت کی خصوصیت ہے اس میں بھی اختلاف ہے بعض علماءؒ کا مذہب یہ ہے کہ صرف صحابہ کرام کا اتفاق کسی امر پر حجت شرعی ہے۔ بعض علمار کا مذہب ہے کہ صرف مدینے والوں کا اتفاق حجت شرعی ہے بعض علمار کا خیال ہے کہ صرف اہل البیت کا اتفاق کسی امر پر حجت شرعی ہے۔ باقی امت کا اتفاق کسی امر پر حجت شرعی نہیں ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس امتِ محمدیہ کا اجماع اور اتفاق کسی امر پہ ہر زمانہ میں حجتِ شرعی ہے اور کسی قوم یا کسی دَور کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اُمتِ محمدیہ جس دور میں اور جس امر وعمل پر اتفاق کرے یہ اتفاق حجتِ شرعی ہے اور یہ امر وعمل واجب التعمیل ہے اور مخالفت کرنے والے کو کافر یا فاسق کہا جاتا ہے اور اس حجیت اجماع و اتفاق امت پر نصوص شرعیہ دال ہیں۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْہُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا۔

جو بندہ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کے بعد کہ اس کو ہدایت اور حق کا پتہ چل جاتا ہے اور مسلمانوں کے طریقہ کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کر لیتا ہے ہم اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیں گے جو انہوں نے اختیار کی یعنی اس کو حق وہدایت پر مجبور نہیں کریں گے اور ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے اور یہ جہنم بدتر ٹھکانہ ہے۔ لہٰذا اس آیت سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ جو بندہ عام مسلمانوں اور طریقہ رسول کی خلاف ورزی اختیار کرتا ہے وہ مجرم اور مستحق جہنم و

عذاب ہے اس آیت میں کسی قوم یا زمانہ کی تخصیص وتعیین نہیں ہے لہٰذا اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اتفاق مسلمین ہر دور و زمانہ میں حجت شرعی ہے جس کی خلاف ورزی سے بندہ مستحق جہنم و عذاب بن جاتا ہے۔

اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ رائے عامہ کی مخالفت کرنا اس وقت مقصود ہے کہ پہلے اہل الرائے کسی مسئلے اور معاملے پر اتفاق کرلیں اور اتفاق کے بعد کوئی شخص رائے عامہ سے اختلاف کرے گا تو مستحق وعید و عتاب ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انتخاب امراء و وزراء بقانون اسلام چار دلائل کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ یہ انتخاب یا اللہ خود کرتا ہے یا رسولؐ کرتا ہے یا بقانون رائے عام ہوتا ہے جس کا نام اجماعِ امت ہے یا بقانون قیاس ہوتا ہے اور جس دلیل کے ماتحت انتخاب ہوگا۔ یہ انتخاب شرعی اور اسلامی ہوگا اور جس امیر وزیر اور ممبر کا انتخاب اِن دلائل کے ماتحت ہوتا ہے اس کا اتباع شرعاً لازم اور واجب ہوگا لیکن چونکہ آسمانی وحی اور علوم کا سلسلہ اب بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا یہ انتخاب مِن جانب اللہ اب ممکن نہیں ہے نبوت کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا انتخاب من جانب الرسول بھی ممکن نہیں ہے اب انتخاب بالقانون رائے عامہ یعنی اجماعِ اُمت سے ہوگا یا بقانون قیاس ہوگا۔ اب انتخاب امیر بقانون اجماع امت مشکل ہے کیونکہ انتخاب صدر بقانون اجماعِ امت کا طریقہ یہ ہے کہ عصر حاضر کے کل اہل الرائے ایک شخص کی امارت پر اتفاق کرلیں یا ایک حلقہ کے کل اہل الرائے ایک ممبر کے انتخاب پر اتفاق کرلیں یا ایک ادارہ اور فن کے کل اہل الرائے ایک شخص کے انتخاب پر اتفاق کرلیں اور ایسا اتفاق آج کل مشکل ہے۔ لہٰذا دورِ حاضر میں جو طریقہ انتخاب رائج ہے یہ شرعی طریقہ نہیں ہے لہٰذا موجودہ طریقہ انتخاب سے جو سربراہ مملکت یا وزراء حکومت یا ممبرانِ سلطنت منتخب ہوتے ہیں یہ رواجی و رسمی طریقہ انتخاب سے منتخب ہوتے ہیں۔ شرعی انتخاب سے منتخب نہیں ہوتے کیونکہ شرعی اجماع اُمت میں اتفاق رائے دلیل ہے کثرتِ رائے دلیل نہیں ہے اور موجودہ طریقۂ انتخاب میں اتفاق رائے تو درکنار کثرتِ رائے بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اس منتخب شدہ ممبر کے یا پاس شدہ قانون کی مخالفت کرتا ہے تو بقانون شرعی قابلِ گرفت نہیں ہوگا۔

اب شرعی انتخاب بقانون قیاس ہو سکتا ہے شرعی نظائر کو سامنے رکھ کر انتخاب کرنا چاہیئے۔ شرعی قانون انتخاب میں جو شخص کسی عہدہ اور کسی منصب کے لیے امیدوار ہوتا ہے بقانون شرع اس شخص کو اس عہدہ کے لیے منتخب نہیں کرنا چاہیئے۔ حدیث نبوی میں یہ بات ثابت ہے کہ جو لوگ عہدوں اور منصبوں کے حریص اور لالچی ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو منصب دینا مناسب نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عَنْہُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ فَقَالَ اَحَدُھُمَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِّرْنَا عَلٰی بَعْضِ مَا وَلَّاکَ اللّٰہُ وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذَالِکَ فَقَالَ اِنَّا وَاللّٰہِ لَا نُوَلِّیْ عَلٰی ھٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَہٗ وَلَا اَحَدًا اَحْرَصَ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰی عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَہٗ (مشکوٰۃ شریف ص۳۲۰)

ترجمہ: ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے دو چچا زاد بھائی نبی کریمؐ کے پاس آئے ایک بھائی نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی ہم کو کوئی عہدہ عنایت فرمائیں۔ دوسرے بھائی نے بھی یہی درخواست کی۔ جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بخدا ہم اس آدمی کو عہدہ نہیں دیتے جو خود عہدہ کے لیے درخواست دیتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم طالبِ عہدہ کو عہدہ نہیں دیتے۔

لہٰذا آج کل جو انتخاب میں ایک حلقہ سے کئی کئی امیدوار جو کھڑے ہو جاتے ہیں اور باطل حیلوں سے جھوٹوں دعووں اور فریب و دھوکہ سے لوگوں کو پھنسا کر اپنے آپ کو کامیاب کراتے ہیں۔ شریعت میں ایسے انتخاب کی نہ کوئی نظیر موجود ہے اور نہ شریعت میں اس قسم کے انتخاب کی گنجائش ہے بلکہ موجودہ طریقہ انتخاب میں ایک یہ بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص کثرت رائے سے ایک عہدہ کے لیے منتخب کیا جاتا ہے اور ایک وقت مقررہ کے بعد بلا وجہ و بے قصور اس کو معزول کیا جاتا ہے۔ یہ تحدید بلا وجہ منافی شریعت ہے۔ مثلاً ایک شخص کو عہدہ قضا کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ بلا وجہ و بے قصور اس کو معزول کرنا شرعاً جائز نہیں۔ لہٰذا موجودہ طریقہ انتخاب میں یہ تحدید زمانہ خلاف شرع ہے (ہدایہ ثالث ص۱۳۲)

البتہ قانون شرعی میں تحدید مکان تو ہے کہ ایک شخص کو ایک علاقہ کا منصب دیا جائے لیکن تحدید زمانہ کا ثبوت نایاب ہے کہ ایک شخص ایک زمانہ تک ایک منصب کے لیے قابل ہو۔ اور پھر بلا وجہ معزول ہو۔ لانظیر فی الشرع۔ لہٰذا یہ ریٹائرمنٹ کا مسئلہ بھی شرعی نہیں ہے وضعی ہے۔

لہٰذا موجودہ انتخاب کا طریقہ اول سے آخر تک غیر شرعی ہے بلکہ جب سے اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو کسی عہدہ خلافت کے لیے یا امارت کے لیے منتخب کیا ہے تو کسی قوم کی مرضی یا مشورہ سے انتخاب نہیں کرتا بلکہ اپنی مرضی کے مطابق جس بندہ میں اس عہدہ اور منصب کی صلاحیت وقابلیت موجود ہو۔ اپنی مرضی سے انتخاب کرتا ہے۔ اگرچہ وہ قوم اس منتخب شخص کے انتخاب پر راضی نہ بھی ہو۔ انتخاب آدم کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مشورہ تو لیا تھا۔ لیکن انتخاب اپنی مرضی سے کیا تھا۔ فرشتوں کے منشا کے مطابق نہیں کیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی سوال اٹھایا تھا۔ مَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ۔

ترجمہ: ہم آپ کی اپنے اُوپر کوئی فضیلت نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ہم آپ کو جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

اسی طریقہ پر جب اللہ تعالیٰ نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے لیے منتخب کیا تو قوم قریش نے بالاتفاق یہ سوال اٹھایا۔

لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔

ترجمہ: کیوں نہیں اتارا اس قرآن کو "دو بستیوں میں ایک شخص پر جو قوم میں صاحبِ عظمت ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ قوم قریش نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کسی کو رسول بنا کر بھیجنا ہے تو ولید بن مغیرہ جو مکہ معظمہ میں معزز ہے یا عروہ بن مسعود ثقفی جو طائف میں معزز مانا جاتا ہے اس عہدۂ رسالت کے لیے ان سے کوئی بہتر شخص خطہ عرب میں موجود نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصلاح عالم کے لیے اور دفع فساد و فتن کے لیے اللہ تعالیٰ صرف اپنی مرضی سے بغیر رضا قوم جس بندے کو چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے۔ لیکن چونکہ آسمانی علوم اور وحی منقطع ہو چکی ہے اور نبوت کا سلسلہ بھی بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب انتخاب سربراہ من جانب اللہ یا من جانب رسولؐ ممکن نہیں ہے اور امت کا اجماع اور رائے عامہ حجت شرعی ہے اور جو حکم و مسئلہ رائے عامہ سے طے ہو جاتا ہے وہ بھی شرعاً ثابت مانا جاتا ہے۔ بشرطیکہ رائے عامہ کا انعقاد بھی موافقِ قانون شرعی ہو لیکن انعقاد رائے عامہ شریعت کے مطابق بھی آج کل قریب قریب ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اصلاح شریعت میں اجماعِ امت کی جو تعریف کی گئی ہے۔ موجودہ انتخابات پر صادق نہیں آتی۔ باقی انتخاب خلیفہ و امیر اسلام میں ایک اہم شرعی مسئلہ ہے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ مَنْ خَلَعَ یَدًا مِنْ طَاعَۃٍ لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا حُجَّۃَ لَہٗ وَمَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔

ترجمہ: جو شخص اطاعت امیر سے ہاتھ کھینچ لے۔ یعنی اتباع امیر چھوڑ دے۔ قیامت کے دن اللہ کے ساتھ ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو شخص مرجاتا ہے ایسی حالت میں کہ وہ کسی امیر سے بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے لہٰذا چونکہ انتخاب سربراہ کا معاملہ شریعت کا اہم مسئلہ ہے اس میں عوام کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ صرف اصحاب رائے اور اہلِ شریعت کا کام ہے۔

اسلام میں چوتھی دلیل قیاس ہے۔ اب انتخاب امراء و وزراء بقانون قیاس ہونا چاہیئے۔ اور یہ انتخاب بقانون قیاس دورِ حاضرہ میں ممکن بھی ہے۔ اب نظائر شرعیہ کو دیکھنا چاہیئے کہ شریعت نے کن اصولوں پر انتخاب کی بنیاد رکھی ہے اور کس انتخاب کو جائز قرار دیا ہے اب ہر دور میں انتخاب امیر اس وقت کے مقتضی احوال اور تدبیر نظام کے مطابق ہونا چاہیئے اور شریعت کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ اقتضا احوال و اختلاف ادوار سے شریعت کے احکام میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں ناسخ و منسوخ کا وجود اختلاب زبان و اختلاف احوال کا مقتضی ہے لہٰذا دور حاضرہ میں اسلامی مملکت کے انتخاب سربراہ کے لیے بقانون شرع اول شرط یہ ہے کہ امیر مملکت اسلامی صحیح الاعتقاد اور راسخ العقیدہ

مسلمان ہو اور ضروریاتِ دین سے واقف بھی ہو اور ضروریات دین پر کاربند بھی ہو لیکن ساتھ ساتھ وقتِ حاضرہ کی سیاست انتظام مملکت، امور مدافعت سے بھی حسبِ الحال واقفیت رکھتا ہو۔ اور ان امور کی طرف شریعت میں اشارہ بھی موجود ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے بعد شموئیل علیہ السلام کے زمانہ میں انتخاب امیر کا مسئلہ پیش آیا تھا۔ شموئیل علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو قوم سے سلطنت کے لیے منتخب کیا ہے۔

اس واقعہ پر سلطان کے لیے علمی عظمت کے ساتھ جسمانی قوت بھی ضروری قرار دی گئی ہے کیونکہ اس وقت میدان جنگ میں، جہاد میں تیر و کمان، تیغ و تفنگ، نیزوں و درعوں کا استعمال ہوتا تھا۔ جس میں بدنی طاقت و جسامت کی ضرورت تھی۔ لہٰذا آج کل بھی اسلامی مملکت کے سربراہ کے لیے ضروریاتِ دین کے ساتھ امور مملکت اور ضروریات سلطنت سے واقفیت ضروری ہے۔ باقی موجودہ طریقہ انتخاب چونکہ یہ غیر مسلم کا وضع کردہ ہے لہٰذا مسلمانوں کے لیے یہ طریقہ انتخاب قابلِ قبول و عمل نہیں ہے۔ کیونکہ بالغ رائے دہی کا طریقہ انتخاب، انتخاب خلفاء و امراء کے لیے اسلامی روایات میں ثابت نہیں ہے بلکہ انتخاب امیر چونکہ ایک اہم اسلامی شرعی مسئلہ ہے اور مسلمان بحیثیت اسلام اسلامی مسائل میں غیر مسلم کا اتباع نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ غیر مسلم کے وضع کردہ قانون کو اسلامی قانون کہا جائے۔ لہٰذا اگر کسی مملکت کو اسلامی قوانین کے مطابق چلانا مقصود ہو تو اس کے اجراء کے لیے اسلامی قانون دانوں کی ضرورت ہوگی۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: العلم قبل القول والعمل (رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب)

ترجمہ: ہر گفتار و کردار کے لیے پہلے علم درکار ہے ـــــ بہرحال منصوصاتِ شرعیہ کے خلاف رائے عامہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر کسی مملکت میں بقانون اسلام انتخابات مقصود ہو تو پہلے عہدہ کے مطابق ہر امیدوار کے لیے اسلامی تعلیمات کا کوئی کورس اور معیار مقرر کرنا چاہیئے کہ اس معیار کا تعلیم یافتہ اس عہدہ کے لیے امیدوار بن سکتا ہے اور اہل الشوریٰ کے لیے بھی کوئی اسلامی تعلیمات کا کورس اور معیار مقرر ہونا چاہیئے کہ اس نصاب کا تعلیم یافتہ اہل الشوریٰ واہل الرائے بن سکتا ہے۔

ایک معروف شیعہ رہنما کے فرزند

علامہ عرفان عابدی سے انٹرویو

شیعیت چھوڑنے کے بعد کیا گذری،

انٹرویو: محمد رفیق صاحب اختر۔ اسلام آباد

۹ اگست ۱۹۸۴ء کو اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر پر ملک کے تمام مذہبی حلقوں میں شدید حیرت و استعجاب کی لہر دوڑ گئی کہ سید عرفان حیدر عابدی نے شیعہ مذہب سے تائب ہو کر شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے سُنّی مذہب قبول کر لیا ہے۔ سید عرفان حیدر عابدی شیعہ مذہب کے ایک بلند پایہ مبلغ اور واعظ و ذاکر رہے ہیں۔ اور سید حامد علی موسوی جو فقہ جعفریہ کے قائد ہیں، کے صاحبزادہ ہیں۔ اب انہوں نے اعلان کیا ہے کہ میں اپنی باقی زندگی سُنّی مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں گذاروں گا۔ خدا تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے اور تمام امت کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

(روزنامہ جنگ لاہور، ۹ اگست ۱۹۸۴ء صفحہ ۲)

اگر ہم اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اس حقیقت سے انکار کی جسارت نہیں کی جا سکتی کہ جس شخص نے بھی اندھی تقلید اور شخصیت پرستی سے دور رہ کر اسلام جیسے عالمگیر اور آفاقی دین کا صرف جستجوئے حق اور صراطِ مستقیم کو پانے کے لیے مطالعہ کیا چاہے وہ کسی بھی مذہب یا مکتبِ فکر سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو سید عرفان حیدر عابدی کی طرح یہی اعلان کرنے پر مجبور ہوا۔ تو یہ اس لحاظ سے کوئی پہلا اور تعجب خیز واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ دیگر تمام مکاتبِ فکر اور بالخصوص رافضیوں کے لیے لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

علامہ سید عرفان حیدر عابدی صاحب ملک کے ایک اہم شیعہ گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت، شیعہ مکتب فکر سے متعلق مدارس ہی میں مکمل ہوئی۔ اور ایک عرصہ تک رافضیت کی تبلیغ کرتے رہے۔ مگر مطمئن نہ ہونے کے باعث تلاش حق کے لیے اکابرین و اسلاف کی تحریروں کے آئینہ میں دین کی تفہیم و تشریح کا بغور مطالعہ کرتے رہے۔ پھر بالآخر انہوں نے حقیقت منکشف ہونے پر حق کو دل و جان سے قبول کرتے ہوئے امت کے اجماعی عقیدہ پر ایمان لا کر سوادِ اعظم میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً چالیس سال ہے۔

گذشتہ روز ۴؍ اکتوبر کو بوقتِ مغرب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد میں علامہ عرفان حیدر عابدی صاحب سے راقم کی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مُدظلہٗ کی مجلس میں ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے سوادِ اعظم اہلِ سنت میں اعلانِ شمولیت کے بعد امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن سے متعلق افراد کی طرف سے اپنے اغوا اور تشدد کی مختصر رُوداد سُنائی تو راقم نے انہیں ایک تفصیلی انٹرویو دینے پر اصرار کیا۔ جس پر انہوں نے بخوشی آمادگی کا اظہار کیا۔ یہ ان کا پہلا تفصیلی انٹرویو ہے۔ جو سپردِ قلم کیا جا رہا ہے۔

س: آپ نے اپنی تعلیم کہاں مکمل کی۔ اور پھر اس کے بعد کیا شغل اختیار کیا؟

ج: میں نے قرآن پاک اور ابتدائی تعلیم جلال پور ضلع سرگودھا میں حاصل کی۔ اس کے بعد جامع اہل بیت اسلام آباد میں زیر تعلیم رہا پھر چار سال جامعۃ المنتظر ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد ۱۹۶۱ء میں مجھے

والد صاحب نے نجف اشرف بھیج دیا۔ جہاں دو سال تک تعلیم مکمل کی اور ایک سال قم میں گذار کر ایک امتحان دیا جو لازمی ہوتا ہے۔ تب سند ملتی ہے۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں واپس پاکستان آیا تو مجھے اسلام آباد میں شیعہ حضرات کی جامع مسجد میں جہاں آج کل فیض علی شاہ صاحب ہیں خطیب مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد میں شیخو پورہ چلا گیا۔ اس کے بعد میں جامعہ محمدیہ حالی روڈ گلبرگ میں بحیثیت خطیب شیعہ مسلک کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیتا رہا۔

س: آپ کن وجوہات کی بنا پر شیعہ مذہب کو ترک کرنے پر مجبور ہوئے؟

ج: شیعہ مسلک کے مبلغ ہونے کے باوجود مجھے شرح صدر حاصل نہیں تھا۔ اس لیے میں علماء اہل سنت کی کتب کا مطالعہ بھی کرتا تھا۔ علماء دیوبند میں سے بعض بزرگوں کی کتابوں سے بہت متاثر ہوا۔ اور چند اہم وجوہات جن کی وجہ سے میں اس مذہب کو باطل یقین کرتے ہوئے تائب ہونے پر مجبور ہوا یہ ہیں۔

۱۔ ۲۱ رمضان المبارک کو شیعہ حضرات حضرت علیؓ کا جنازہ نکالتے ہیں گذشتہ رمضان میں جب یہ رسم ادا ہو رہی تھی تو حسب سابق مبلغین و ذاکرین کی ایک کثیر تعداد موجود تھی تو اس وقت سب نے اصحابؓ رسولؐ پر تبرا کرنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا کہ جس قدر میں نے تحقیق ہے ہمارے کسی امام نے ان حضرات پر لعنت نہیں بھیجی۔ تو اس وقت میرے والد صاحب سید حامد علی موسوی جو آج کل رافضیوں کے ایک گروپ کے قائد ہیں فرمانے لگے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تولیٰ اور تبرا ہمارے مذہب کا ایک اہم جزا اور حصہ ہیں۔ تو اس پر میں نے والد صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر سب کیا۔ لیکن جب حضرت عمرؓ پر تبرا شروع کیا تو میری زبان بند ہو گئی۔ اور کافی دیر تک میری قوت گویائی سلب رہی۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرے توبہ کرنے اور خدا سے معافی مانگنے پر میری زبان نے دوبارہ چلنا شروع کیا تو اس پر میرا یقین کامل ہوا کہ اصحابؓ رسولؐ سچے ہیں اور ابن سبا یہودی کی نسل اپنے اس ملعون عمل سے اہل بیت کو بھی بدنام کر رہی ہے۔

۲۔ شیعہ حضرات ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ معاذ اللہ اگر یہ عورتیں اتنے بُرے کردار کی مالک تھیں تو خدا نے اپنے پیغمبر کو ان سے شادی کرنے سے کیوں نہ روکا۔ تحقیق سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ ایک یہودیانہ سازش کا نتیجہ ہے۔ اہل تشیع قرآن مجید کو تحریف شدہ تصور کرتے ہیں اور یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

۳۔ شیعہ مبلغین اور ذاکر اپنے مذہب کی تبلیغ رقم طے کر کے سرانجام دیتے ہیں۔ ان کے اس عمل سے میں شدید بدظن ہوا۔

۴۔ میں نے شیعہ مذہب کے مبلغ اور ذاکرین کی اکثریت کو جو دعویٰ خود "محبانِ اہلبیت" کہلاتے ہیں فسق و فجور میں مبتلا پایا۔

س: مسلک اہلسنت قبول کرنے کے اعلان کے بعد شیعہ ملت کی طرف سے کیا ردِ عمل ہوا؟

ج: مجھے ۱۲ اگست کی رات کو تقریباً گیارہ بجے جامعۃ المنتظر کے طلباء نے جن میں اکثریت بلتستانی سٹوڈنٹس کی تھی۔ ماڈل ٹاؤن روڈ لاہور پر اغوا کر کے جامعۃ المنتظر کے کمرہ نمبر ۲۲ میں لے گئے۔ جہاں مجھے حبس بیجا میں رکھا گیا اور معافی نامہ تحریر کر دینے کا مطالبہ کرتے رہے۔ اس کے بعد مجھے بذریعہ کار مرکزی امام باڑہ بلاک نمبر ۷ سٹلائٹ ٹاؤن میں مولوی غلام جعفر نجفی کے پاس لایا گیا۔ یہاں کئی دن بند رکھنے کے بعد ڈھڈیال لائے۔ اور تقریباً پندرہ دن تک جامعہ جعفریہ مدرسہ میں بند رکھا۔ اور اپنا مطالبہ دہراتے رہے۔ لیکن میرے مسلسل انکار پر مجھے چوآسیدن شاہ منتقل کر دیا گیا۔ یہاں رات کو پہاڑوں پر لے جایا جاتا اور خوب تشدد کیا جاتا رہا۔ لیکن خدا نے مجھے ثابت قدم رکھا۔

اس کے بعد مجھے امام باڑہ سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں لایا گیا۔ اور یہاں اٹھارہ دن تک بند رکھا۔ یہاں مجھ پر تشدد تو نہیں کیا مگر اپنے مطالبہ پر اصرار جاری رہا۔ واضح رہے کہ یہ امام باڑہ اور ہمارا گھر بالکل قریب ہیں اور بالآخر آج ۱۴ اکتوبر کو صبح تین بجے میری والدہ صاحبہ نے مجھے یہ کہہ کر وہاں سے نکال دیا کہ "تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہتے ہوئے اس روش کو ترک کر دو۔ ورنہ اس طرف کا کبھی رُخ نہ کرنا"۔

س: آپ کی تعلیم نجفِ اشرف اور قُم میں مکمل ہوئی۔ کیا وہاں ایران کے دینی مدارس میں بھی صحابہ کرامؓ کے خلاف یونہی زہر اگلا جاتا ہے اور اس کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے؟

ج: جی ہاں! یہ چیز وہاں کے تعلیمی نصاب میں شامل ہے۔ آپ ان کا "ترجمہ مقبول" دیکھ لیں۔

س: آپ کی ایران کے موجودہ انقلاب کے بارے میں کیا رائے ہے؟

ج: خمینی صاحب فقہ جعفریہ کے مطابق صحیح قوانین نافذ کر رہے ہیں۔

س: آپ نے ایک شیعہ عالم کی حیثیت سے فقہ جعفریہ کا بغور ضرور مطالعہ کیا ہوگا تو کیا آپ فقہ جعفریہ کو خالص اسلامی تصور کرتے ہیں؟

ج: میں مکمل تحقیق کے باوجود فقہ جعفریہ کو قرآن و سنت کا ماخذ پانے میں ناکام رہا ہوں اس لیے اسے خالص اسلامی قرار نہیں دے سکتا۔

س: آپ کے بیوی بچوں کی طرف سے کیا ردِ عمل ظاہر ہوا؟

ج: میری بیوی نے ملتان میں مجھ پر تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا ہے۔ میرا لڑکا بھی زبردست مخالف بن گیا ہے صرف میری ایک لڑکی میرا ساتھ دے رہی ہے جسے میں نے ملتان میں ایک کرائے کے مکان میں ٹھہرایا ہے۔ اور کرایہ وغیرہ کا انتظام بھی مولانا عبدالستار تونسوی صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

س: آپ کے والد صاحب کی طرف سے بطور ردِ عمل کیا اظہار ہوا ہے؟

ج: والد صاحب نے مجھے یہ کہا ہے کہ مذہب حق "شیعہ" کو قبول کرتے ہوئے باز آجاؤ۔ ورنہ میں تمہیں عاق کر دُوں گا۔ اور اپنی تمام جائیداد مدرسہ کے نام منتقل کر دوں گا۔ اور اگر تم میرے لیے حد درجہ بدنامی و رسوائی کا باعث بنے تو تمہیں قتل بھی کرایا جا سکتا ہے۔

س: تو کیا اب آپ کو اپنے اعزہ یا دوسرے حضرات کی طرف سے کچھ خطرات ہیں؟

ج: جی ہاں خطرات تو پوری شیعہ قوم سے ہیں۔ مجھے پہلے بھی قتل کی دھمکیاں دی جا چکی ہیں۔ اس لیے مجھے اپنی جان کا خطرہ تو ضرور ہے۔

س: علماء اہل سنت میں سے کن حضرات نے آپ کی حوصلہ افزائی کی ہے؟

ج: مولانا محمد مالک کاندھلوی، علامہ خالد محمود صاحب، مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی، مولانا عبدالقادر صاحب آزاد، اور مولانا عبداللہ صاحب سے میں مل چکا ہوں۔ اور ان حضرات نے میری خوب حوصلہ افزائی کی ہے۔

واضح رہے کہ ان سب علماء کا تعلق دیوبند مکتب فکر سے ہے۔ اور یہ اپنی ایک تاریخ رکھتے ہیں۔ علماء دیوبند نے وقت کی جابر فرنگی حکومت کا مقابلہ کیا۔ رافضیت وسبائیت اور مرزائیت کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ غرضیکہ ہر فتنہ کی سرکوبی کے لیے علماء دیوبند بر سرِ میدان جہاد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

س: امامیہ شیعہ کونسل پاکستان کی طرف سے آپ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ حامدی علی موسوی کے فرزند نہیں ہیں بلکہ کسی امیر عباس نامی مرحوم شخص کے صاحب زادہ ہیں یہ بات کہاں تک درست ہے؟

ج: یہ بالکل جھوٹ ہے۔ اگر یہ بیان کسی ذمہ دار شخص کی طرف سے ہوتا تو میں اس کے خلاف جواباً کوئی قدم اٹھاتا۔ ویسے بھی امامیہ کونسل سے متعلق کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ میرے باپ کے بارے میں تحقیق اور نشاندہی کرے۔ پھر میں کوئی طفلِ مکتب نہیں ہوں۔

بشکریہ ماہنامہ الحق